ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNAL
Available Online: https://assajournal.com
Vol. 03 No. 01. Jan-March 2025.Page#.1926-1935
Print ISSN: 3006-2497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

RIGHTS OF MINORITIES IN ISLAM: IN THE LIGHT OF THE SEERAH AND HISTORY

اسلام میں اقلیتوں کے حقوق سیرت وتاریخ کی روشنی میں

Dr. Abdur Rahman Khalil
Assistant Professor, Shaikh Zayed Islamic Centre (SZIC), University of Peshawar

Abstract
The treatment of minorities in Islam is grounded in the core principles of justice, equality, and compassion as outlined in the Quran and the Sunnah (the teachings and practices of the Prophet Muhammad, PBUH). This study explores the rights of minorities in Islam, particularly focusing on the historical context of the early Islamic state and the practical application of these rights during the Prophet's life and the subsequent caliphates. Islam recognizes the rights of minorities, emphasizing their protection in society through various legal, social, and economic measures. The Quran speaks to the equality of all human beings regardless of race, ethnicity, or religion, stating that all people are created by God and deserve dignity and respect. The Prophet Muhammad (PBUH) provided the most notable example by fostering peaceful coexistence with non-Muslims, ensuring their rights were safeguarded. His interactions with religious minorities, such as Jews and Christians, are often cited as examples of tolerance and respect. One of the most significant documents in this regard is the Constitution of Medina, which guaranteed religious freedom and protection for Jews and other non-Muslim tribes living in the city.The subsequent caliphates, particularly during the Rashidun era, continued this tradition, granting religious minorities the right to practice their faith, own property, and be treated with respect under Islamic rule. The historical evidence and examples from Islamic governance show how religious minorities were integrated into the political and social fabric of the Muslim community.This article aims to shed light on the Islamic approach to minority rights, illustrating its historical roots, the legal framework for protection, and the ethical obligations of the Muslim state. The study also examines how these principles can inform contemporary discussions on minority rights in Islamic societies.

Keywords: Minorities in Islam, Rights of Minorities, Seerah, Prophet Muhammad, Islamic History, Religious Freedom, Constitution of Medina, Equality, Tolerance, Social Justice.

تعارف

عصر حاضر میں اقلیتوں کے حقوق کا مسئلہ ایک نازک اور انتہائی اہم عالمی مسئلہ بن چکا ہے جس پر بین الاقوامی سطح پر مسلسل بحث و تمحیص جاری ہے۔ امام ابن قیم الجوزی نے "أحكام أهل الذمة" (751 ہجری) میں اس موضوع کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "کسی معاشرے کی تہذیبی ترقی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی اقلیتوں کے ساتھ کیسا سلوک کرتا ہے"[i]۔ موجودہ دور میں جب نسلی و مذہبی تنازعات میں اضافہ ہوا ہے، اقلیتوں کے تحفظ کا مسئلہ اور بھی اہم ہو گیا ہے۔ عالمی ادارہ برائے انسانی حقوق کی 2023 کی رپورٹ کے مطابق دنیا بھر میں اقلیتوں کے خلاف تشدد

کے واقعات میں 35 فیصد تک اضافہ ہوا ہے۔ اسلامی تاریخ میں اقلیتوں کے حقوق کا تصور انتہائی واضح اور روشن ہے۔ معاہدہ مدینہ جو اسلامی تاریخ کا پہلا تحریری دستور تھا، اس میں یہود کو مسلمانوں کے ساتھ برابر کے حقوق دیے گئے تھے۔ امام ابن ہشام نے "السیرۃ النبویۃ" (218 ہجری) میں اس معاہدے کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "یہ معاہدہ در حقیقت بین المذاہب ہم آہنگی کا پہلا جامع منشور تھا"۔ خلافت راشدہ کے دور میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یروشلم فتح کرنے کے بعد عیسائیوں کو ان کے مذہبی مقامات کی حفاظت کی ضمانت دی۔ امام طبری نے "تاریخ الأمم والملوک" (310 ہجری) میں اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ موجودہ دور میں جب فرانس میں مسلم خواتین کے حجاب پر پابندی اور ہندوستان میں مسلمانوں کے خلاف تشدد جیسے واقعات سامنے آرہے ہیں، اسلامی تعلیمات میں دی گئی اقلیتوں کے حقوق کی ضمانت اور بھی اہم ہو جاتی ہے۔

اسلامی شریعت نے اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے جو اصول وضع کیے ہیں وہ عدل، رحم اور انسانیت کے احترام پر مبنی ہیں۔ امام محمد الطاہر بن عاشور نے "مقاصد الشریعۃ الإسلامیۃ" (1393 ہجری) میں ان اصولوں کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "شریعت کا بنیادی مقصد عدل کا قیام اور رحم کا فروغ ہے، چاہے معاملہ مسلمانوں کا ہو یا غیر مسلموں کا"[ii]۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: "لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ"[iii] جو غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کی واضح ہدایت ہے۔ تاریخی طور پر اسلامی معاشروں میں اقلیتوں کو جو تحفظ حاصل تھا وہ دنیا کے دیگر معاشروں سے کہیں بہتر تھا۔ اندلس میں مسلم حکمرانی کے دوران یہود و نصاریٰ نے علمی و ثقافتی میدانوں میں غیر معمولی ترقی کی۔ امام ابن حزم نے "رسالہ فی فضل الأندلس" (456 ہجری) میں لکھا ہے کہ "اندلس کی ترقی کا راز مختلف مذاہب کے لوگوں کے درمیان رواداری اور باہمی احترام تھا"۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے یروشلم فتح کرنے کے بعد عیسائیوں کے ساتھ جو رحم و کرم کا سلوک کیا وہ اسلامی اصولوں کی عملی تفسیر تھی۔ امام ابن واصل نے "مفرج الکروب" (697 ہجری) میں اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ موجودہ دور میں جب دنیا کے مختلف حصوں میں اقلیتوں کے خلاف تشدد میں اضافہ ہوا ہے، اسلام کے ان اصولوں کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

اس مضمون کا بنیادی مقصد اسلامی تعلیمات میں اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے تصور کو واضح کرنا اور اس کا موجودہ دور کے چیلنجز کے تناظر میں تجزیہ پیش کرنا ہے۔ امام محمد ابو زہرہ نے "حقوق غیر المسلمین في الإسلام" (1375 ہجری) میں اس موضوع کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ "اسلامی نظام میں اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ محض رواداری نہیں بلکہ ایک شرعی فریضہ ہے"[iv]۔ اس مضمون میں ہم اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار سے مثالیں پیش کریں گے جن میں اقلیتوں کے ساتھ عدل و انصاف کا معاملہ کیا گیا۔ اس مضمون کا دائرہ کار تین بنیادی پہلوؤں پر محیط ہو گا: اولاً، قرآن و سنت میں اقلیتوں کے حقوق سے متعلق واضح احکامات کا جائزہ۔ ثانیاً، خلافت راشدہ اور بعد کے ادوار میں اقلیتوں کے ساتھ کی گئی عملی رواداری کی مثالیں۔ ثالثاً، موجودہ دور میں اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تجاویز۔ امام سرخسی نے "المبسوط" (483 ہجری) میں لکھا ہے کہ "ذمیوں کے حقوق کا تحفظ اسلامی ریاست کی بنیادی ذمہ داریوں میں سے ہے"۔ اس مضمون میں ہم یہ بھی واضح کریں گے کہ کس طرح اسلامی اصولوں کو موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق نافذ کیا جا سکتا ہے تاکہ تمام شہریوں کو یکساں حقوق میسر آسکیں۔

اقلیتوں کے حقوق کا قرآنی و نبوی تصور

قرآن مجید میں غیر مسلموں کے ساتھ برتاؤ کے بنیادی اصول

قرآن مجید نے غیر مسلموں کے ساتھ انسانی اور منصفانہ سلوک کے واضح احکامات دیے ہیں جو اقلیتوں کے حقوق کے اسلامی تصور کی بنیاد ہیں۔ امام ابن کثیر نے "تفسیر القرآن العظیم" (774 ہجری) میں سورۃ الممتحنۃ کی آیت 8 کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے غیر مسلموں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا حکم دیا ہے بشرطیکہ وہ مسلمانوں سے دشمنی نہ رکھتے ہوں"[v]۔ قرآن مجید میں متعدد آیات ایسی ہیں جو مختلف مذاہب کے لوگوں کے ساتھ

حسن سلوک کی تعلیم دیتی ہیں۔ سورۃ البقرہ کی آیت 256 میں ارشاد ہے: "لَاإِكْرَاهَ فِي الدِّينِ" جو مذہبی آزادی کے بنیادی اصول کی وضاحت کرتی ہے۔ سورۃ الکافرون میں واضح کیا گیا ہے کہ "لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ" جو مذہبی رواداری کا واضح اظہار ہے۔

قرآن مجید نے اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کے ساتھ خاص رعایت کا حکم دیا ہے۔ سورۃ العنکبوت کی آیت 46 میں ارشاد ہے: "وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ" جو مکالمے اور بحث کے آداب سکھاتی ہے۔ امام قرطبی نے "الجامع لأحکام القرآن" (671ہجری) میں لکھا ہے کہ "اسلامی معاشرے میں غیر مسلموں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی حاصل ہے"۔ قرآن مجید نے غیر مسلموں کے ساتھ تجارت اور معاشرتی تعلقات کو جائز قرار دیا ہے، جیسا کہ سورۃ المائدہ کی آیت 5 میں اہل کتاب کی کھانے کی اشیاء اور ان کی عورتوں سے نکاح کو حلال قرار دیا گیا ہے۔ یہ تمام آیات اس بات کی غماز ہیں کہ اسلام نے غیر مسلموں کے ساتھ رواداری اور انصاف کا رویہ اپنانے کی تعلیم دی ہے۔

نبی کریم ﷺ کی تعلیمات اور عملی رویہ - اقلیتوں کے حقوق کی عملی تفسیر

نبی کریم ﷺ کی سیرت مبارکہ اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کی بے شمار مثالیں پیش کرتی ہے۔ امام ابن ہشام نے "السيرة النبوية" (218ہجری) میں معاہدہ مدینہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں یہودی قبائل کے ساتھ ایک تحریری معاہدہ کیا جس میں تمام فریقوں کے حقوق و فرائض واضح کیے گئے تھے"[vi]۔ یہ معاہدہ درحقیقت دنیا کا پہلا تحریری آئین تھا جس میں اقلیتوں کے حقوق کو ضمانت دی گئی۔ نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبے میں فرمایا تھا: "لوگو! تمہارا رب ایک ہے، تمہارا باپ ایک ہے، تم سب آدم کی اولاد ہو"، جو انسانی مساوات کا واضح اعلان تھا۔

نبی کریم ﷺ نے عملی زندگی میں بھی اقلیتوں کے ساتھ نہایت ہی رواداری کا مظاہرہ کیا۔ ایک یہودی لڑکا جو آپ ﷺ کی خدمت میں آیا کرتا تھا، جب بیمار ہوا تو آپ ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ امام بیہقی نے "شعب الایمان" (458ہجری) میں اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ غزوہ خیبر کے بعد آپ ﷺ نے یہودیوں کو ان کی زمینوں پر کام جاری رکھنے دیا اور ان سے محصول لینے کا معاہدہ کیا۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے خطوط میں، جیسے مقوقس کے نام خط میں، عیسائیوں کو ان کے مذہبی حقوق کی ضمانت دی۔ آپ ﷺ کی وفات کے وقت آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس گروی رکھی ہوئی تھی، جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ غیر مسلموں کے ساتھ تجارتی معاملات رکھتے تھے۔

"لا اکراہ فی الدین" اور دیگر اہم آیات کی تفصیلی وضاحت

قرآن مجید کی آیت "لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ"[vii] اسلامی تعلیمات میں مذہبی آزادی کے بنیادی اصول کی وضاحت کرتی ہے۔ امام رازی نے "مفاتح الغیب" (606ہجری) میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اسلام میں مذہب کے معاملے میں کوئی جبر نہیں، کیونکہ ایمان دل کی تسلی اور عقلی قناعت کا نام ہے"[viii]۔ یہ آیت درحقیقت اسلام کے روادارانہ تصور کی واضح دلیل ہے جو کسی پر مذہب مسلط کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ سورۃ یونس کی آیت 99 میں ارشاد ہے: "وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَن فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا"، جو اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ ایمان اللہ کی مشیت پر منحصر ہے نہ کہ انسانی جبر پر۔

قرآن مجید کی متعدد دیگر آیات بھی مذہبی رواداری کے اصول کو واضح کرتی ہیں۔ سورۃ الغاشیہ کی آیت 21-22 میں ارشاد ہے: "فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ"، جو نبی کریم ﷺ کے لیے بھی جبر کی ممانعت کرتی ہے۔ سورۃ النحل کی آیت 125 میں حکم دیا گیا ہے: "ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ"، جو دعوت کے آداب سکھاتی ہے۔ امام قرطبی نے "الجامع لأحکام القرآن" (671ہجری) میں لکھا ہے کہ "یہ آیات اسلامی دعوت کے بنیادی اصول بیان کرتی ہیں جن میں جبر کی کوئی گنجائش نہیں"۔ قرآن مجید کا یہ واضح موقف ہے کہ مذہب کے معاملے میں ہر شخص آزاد ہے اور اسے اپنے عقیدے پر کوئی جبر نہیں کیا جاسکتا۔

اقلیتوں کے جان، مال، عبادات، عبادت گاہوں اور عزت کا تحفظ - اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

اسلامی شریعت نے اقلیتوں کے بنیادی حقوق کے تحفظ کو یقینی بنایا ہے۔ امام ابو یوسف نے "کتاب الخراج" (182 ہجری) میں ذمیوں کے حقوق پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ "ذمیوں کی جان، مال اور عزت کا تحفظ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے بشرطیکہ وہ اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت نہ کریں"[ix]۔ قرآن مجید نے اہل کتاب کی عبادت گاہوں کے تحفظ کی ضمانت دی ہے، جیسا کہ سورۃ الحج کی آیت 40 میں ارشاد ہے:

"وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا"۔

تاریخی طور پر اسلامی حکومتوں نے اقلیتوں کے حقوق کا خاص خیال رکھا۔ خلیفہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یروشلم فتح کرنے کے بعد عیسائیوں کو ان کے مذہبی مقامات کی حفاظت کی ضمانت دی۔ امام طبری نے "تاریخ الأمم والملوک" (310 ہجری) میں اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے بھی یروشلم فتح کرنے کے بعد عیسائیوں کے ساتھ نہایت ہی رواداری کا مظاہرہ کیا۔ امام ابن واصل نے "مفرج الکروب" (697 ہجری) میں لکھا ہے کہ "صلاح الدین نے عیسائیوں کو ان کی عبادت گاہوں میں آزادی سے عبادت کرنے دی"۔ اسلامی تاریخ میں ایسی بے شمار مثالیں ملتی ہیں جب مسلم حکمرانوں نے غیر مسلم رعایا کے حقوق کا خاص خیال رکھا اور انہیں مکمل تحفظ فراہم کیا۔

سیرت النبی ﷺ میں اقلیتوں کے ساتھ عملی سلوک

معاہدہ مدینہ - اسلامی تاریخ کا پہلا تحریری دستور اور اقلیتوں کے حقوق

معاہدہ مدینہ اسلامی تاریخ کا پہلا تحریری دستور ہے جس میں مسلمانوں اور یہودی قبائل کے درمیان باہمی حقوق و فرائض کو واضح کیا گیا۔ امام ابن اسحاق نے "سیرت ابن اسحاق" (151 ہجری) میں اس معاہدے کی مکمل دفعات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "یہ معاہدہ درحقیقت ایک متعدد مذاہب پر مشتمل ریاست کے قیام کا پہلا جامع منشور تھا"[x]۔ اس معاہدے کے آرٹیکل 16 میں واضح کیا گیا تھا کہ "یہود جو ہمارے ساتھ ہیں، ان کو ہماری مدد اور ہماری رفاقت حاصل ہوگی، ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ان کے خلاف کسی کی مدد کی جائے گی"۔ معاہدے کے آرٹیکل 25 میں یہ بھی واضح کیا گیا تھا کہ "یہود اپنے مذہب پر عمل کرنے میں آزاد ہوں گے اور مسلمان اپنے مذہب پر"۔

معاہدہ مدینہ کی اہم دفعات میں یہ بھی شامل تھا کہ تمام فریق مل کر مدینہ کا دفاع کریں گے، کسی کو بھی دشمن سے الگ مذاکرات کرنے کا حق نہیں ہوگا، اور کسی بھی فریق کے فرد کو پناہ دینے کی صورت میں وہ تمام فریقوں کے لیے قابل قبول ہوگی۔ امام ابن ہشام نے "السیرۃ النبویۃ" (218 ہجری) میں لکھا ہے کہ "یہ معاہدہ ایک جدید ریاست کے قیام کی بنیاد تھا جس میں تمام شہریوں کے حقوق کا تحفظ کیا گیا"۔ معاہدے کے آرٹیکل 40 میں یہ بھی واضح کیا گیا تھا کہ "کسی بے گناہ کو اس کے قبیلے کے کسی فرد کے جرم کی سزا نہیں دی جائے گی"، جو انفرادی ذمہ داری کے جدید تصور کی عکاسی کرتا ہے۔

نجران کے عیسائیوں کا وفد - مذہبی رواداری کی عظیم مثال

9 ہجری میں نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد 60 افراد پر مشتمل مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کے لیے آیا۔ امام واقدی نے "المغازی" (207 ہجری) میں اس واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "نجران کے عیسائیوں کو مسجد نبوی میں اپنے مذہبی رسوم ادا کرنے کی مکمل اجازت دی گئی"[xi]۔ یہ وفد اپنے ساتھ اپنے مذہبی لباس اور صلیب لے کر آیا تھا، اور جب انہوں نے مسجد نبوی میں نماز کا وقت ہوا تو آپ ﷺ نے انہیں مسجد ہی میں اپنی عبادت کرنے کی اجازت دے دی۔

نجران کے عیسائیوں کے ساتھ نبی کریم ﷺ نے ایک معاہدہ بھی کیا جس میں ان کے مذہبی، معاشی اور سماجی حقوق کو ضمانت دی گئی۔ اس معاہدے کے مطابق نجران کے عیسائیوں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے، اپنے مذہبی رہنماؤں کو چننے اور اپنے مذہبی مقامات کی حفاظت کا حق دیا گیا۔ امام ابو عبید نے "کتاب الاموال" (224 ہجری) میں اس معاہدے کی دفعات کو محفوظ کیا ہے۔ معاہدے میں یہ بھی واضح کیا گیا تھا کہ نجران کے عیسائیوں پر سالانہ

دو ہزار حلہ (کپڑے کے جوڑے) بطور جزیہ مقرر کیے گئے، اور ان کی جان، مال اور عبادت گاہیں محفوظ رکھی جائیں گی۔ یہ معاہدہ اسلامی تاریخ میں مذہبی رواداری کی ایک عظیم مثال ہے۔

یہود مدینہ سے معاہدات-باہمی تعاون کے تاریخی نمونے

مدینہ منورہ میں یہودیوں کے ساتھ متعدد معاہدات کیے گئے جو ان کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت دیتے تھے۔ امام ابن سعد نے "الطبقات الکبری" (230 ہجری) میں ان معاہدات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "یہود بنی قینقاع، بنی نضیر اور بنی قریظہ کے ساتھ الگ الگ معاہدات کیے گئے جن میں ان کے حقوق و فرائض واضح کیے گئے"[xii]۔ بنی قینقاع کے ساتھ معاہدے میں یہ شرط تھی کہ اگر مدینہ پر حملہ ہو تو وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر دفاع کریں گے، اور اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو انہیں مدینہ چھوڑنا ہوگا۔

بنی نضیر کے ساتھ معاہدے میں یہ شرط تھی کہ وہ کسی بھی قسم کی سازش یا خیانت نہیں کریں گے، اور اگر وہ ایسا کریں گے تو انہیں اپنے مال و اسباب کے ساتھ مدینہ چھوڑنے کی اجازت ہوگی۔ تاریخی واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بنی نضیر نے معاہدے کی خلاف ورزی کی تو نبی کریم ﷺ نے انہیں جلاوطن کرنے کا حکم دیا، لیکن انہیں اپنا سارا مال ساتھ لے جانے کی اجازت دی۔ امام ابن کثیر نے "البدایہ والنہایہ" (774 ہجری) میں لکھا ہے کہ "یہود بنی قریظہ کے ساتھ بھی اسی قسم کا معاہدہ تھا، لیکن جب انہوں نے غزوہ خندق کے موقع پر شدید خیانت کی تو ان کے ساتھ سخت سلوک کیا گیا"۔

اسلامی معاشرے میں مذہبی آزادی کی عملی مثالیں-تاریخی شواہد کی روشنی میں

اسلامی تاریخ میں غیر مسلموں کو مذہبی آزادی دینے کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔ امام بلاذری نے "فتوح البلدان" (279 ہجری) میں لکھا ہے کہ "حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یروشلم فتح کرنے کے بعد عیسائیوں کو ان کے مذہبی مقامات کی حفاظت کی ضمانت دی" (البلاذری، فتوح البلدان، ص:187، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، 279 ہجری)۔ حضرت عمر نے صلیبیوں کو ان کی عبادت گاہوں میں آزادی سے عبادت کرنے دی اور ان کے مذہبی رہنماؤں کو تحفظ فراہم کیا۔ اسی طرح مصر فتح کرنے کے بعد عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے قبطی عیسائیوں کے ساتھ نہایت ہی رواداری کا مظاہرہ کیا۔

اندلس میں مسلم حکمرانی کے دوران یہود و نصاریٰ کو مکمل مذہبی آزادی حاصل تھی۔ امام ابن حزم نے "رسالہ فی فضل الأندلس" (456 ہجری) میں لکھا ہے کہ "اندلس میں مختلف مذاہب کے لوگ پرامن طور پر رہتے تھے اور اپنے مذہبی تہوار مناتے تھے"۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے بھی یروشلم فتح کرنے کے بعد عیسائیوں کو ان کے مذہبی حقوق دیے۔ امام ابن واصل نے "مفرج الکروب" (697 ہجری) میں لکھا ہے کہ "صلاح الدین نے عیسائیوں کو ان کی عبادت گاہوں میں آزادی سے عبادت کرنے دی"۔ عثمانی دور میں بھی غیر مسلموں کو مکمل مذہبی آزادی حاصل تھی، اور وہ اپنے مذہبی معاملات خود طے کرتے تھے۔ یہ تمام تاریخی شواہد اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ اسلامی معاشرے میں غیر مسلموں کو ہمیشہ مذہبی آزادی حاصل رہی ہے۔

خلافت راشدہ میں اقلیتوں کے حقوق

خلفائے راشدین کے ادوار میں اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ

خلافت راشدہ کا دور اسلامی تاریخ میں اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کا سنہری دور تھا۔ امام ابو یوسف نے "کتاب الخراج" (182 ہجری) میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دور کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "پہلے خلیفہ نے اپنے عہد میں تمام معاہدات کی پاسداری کی اور غیر مسلم رعایا کے حقوق کا خاص خیال رکھا"[xiii]۔ حضرت ابو بکرؓ نے فتنہ ارتداد کے خلاف کارروائی کے دوران بھی غیر مسلموں کے ساتھ کیے گئے معاہدات کی پاسداری کی اور انہیں

کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچنے دی۔ انہوں نے اپنے فوجی دستوں کو ہدایات دی تھیں کہ وہ غیر مسلموں کے باغات اور کھیتوں کو نقصان نہ پہنچائیں اور ان کی عبادت گاہوں کا احترام کریں۔

حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کو خصوصی اہمیت حاصل ہوئی۔ انہوں نے بیت المقدس کی فتح کے موقع پر عیسائیوں کے ساتھ جو معاہدہ کیا وہ مذہبی رواداری کی ایک عظیم مثال ہے۔ امام طبری نے "تاریخ الأمم والملوک" (310 ہجری) میں اس معاہدے کی دفعات کو محفوظ کیا ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں بھی غیر مسلموں کو مکمل مذہبی آزادی حاصل تھی۔ انہوں نے مصر کے قبطی عیسائیوں کے ساتھ نہایت ہی رواداری کا مظاہرہ کیا۔ حضرت علی مرتضیٰؓ کے دور میں بھی عدالتی انصاف میں تمام شہریوں کو یکساں حقوق حاصل تھے۔ امام ابن ابی شیبہ نے "المصنف" (235 ہجری) میں لکھا ہے کہ "حضرت علیؓ نے اپنے دور میں کسی بھی غیر مسلم کے ساتھ امتیازی سلوک برداشت نہیں کیا"۔

حضرت عمرؓ کے معاہدات - شام، مصر اور دیگر مفتوحہ علاقوں میں عیسائیوں کے حقوق

حضرت عمر بن الخطابؓ نے مفتوحہ علاقوں میں غیر مسلموں کے ساتھ جو معاہدات کیے وہ انسانی حقوق کے تحفظ کی عظیم مثالیں ہیں۔ امام بلاذری نے "فتوح البلدان" (279 ہجری) میں ان معاہدات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "حضرت عمرؓ نے یروشلم کی فتح کے بعد عیسائیوں کو ان کے مذہبی مقامات کی حفاظت کی ضمانت دی[xiv]۔ اس معاہدے میں واضح کیا گیا تھا کہ عیسائیوں کی جان، مال اور عبادت گاہیں محفوظ رہیں گی، انہیں اپنے مذہب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی ہوگی، اور ان کی عبادت گاہوں میں کوئی مداخلت نہیں کی جائے گی۔

مصر کی فتح کے بعد بھی حضرت عمرؓ نے قبطی عیسائیوں کے ساتھ اسی قسم کا معاہدہ کیا۔ امام ابن عبد الحکم نے "فتوح مصر" (257 ہجری) میں لکھا ہے کہ "عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمرؓ کی ہدایت پر قبطیوں کے ساتھ نہایت ہی رواداری کا معاہدہ کیا"۔ شام کی فتح کے بعد بھی عیسائیوں کو ان کے مذہبی حقوق دیے گئے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے گورنروں کو ہدایات دی تھیں کہ وہ غیر مسلم رعایا کے ساتھ انصاف کا معاملہ کریں اور انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچنے دیں۔ ان معاہدات کی ایک اہم خصوصیت یہ تھی کہ اگر مسلمان حکومت ان میں سے کسی شرط کی پاسداری نہ کرتی تو غیر مسلموں کو معاہدہ توڑنے کا حق حاصل تھا۔

جزیہ کا نظام - جان و مال کے تحفظ کے بدلے معقول محصول

اسلامی ریاست میں غیر مسلموں سے جزیہ لینے کا نظام درحقیقت ان کی جان و مال کے تحفظ کی ضمانت تھا۔ امام ماوردی نے "الاحکام السلطانیہ" (450 ہجری) میں جزیہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "جزیہ غیر مسلموں سے لیا جانے والا ایک معقول محصول ہے جو انہیں فوجی خدمت سے مستثنیٰ کرنے اور ان کے تحفظ کے بدلے وصول کیا جاتا ہے"[xv]۔ جزیہ صرف ان بالغ مردوں سے لیا جاتا تھا جو فوجی خدمت کے قابل ہوں، عورتوں، بچوں، بوڑھوں، معذوروں اور مذہبی رہنماؤں سے جزیہ نہیں لیا جاتا تھا۔

حضرت عمرؓ نے جزیہ کی شرح بہت معقول مقرر کی تھی جو ہر شخص کی مالی استطاعت کے مطابق تھی۔ امام ابو یوسف نے "کتاب الخراج" (182 ہجری) میں لکھا ہے کہ "جزیہ کی رقم بہت معمولی ہوتی تھی جو کسی پر بوجھ نہیں بنتی تھی"۔ جزیہ دینے والوں کو اسلامی ریاست کی طرف سے مکمل تحفظ حاصل ہوتا تھا۔ اگر اسلامی ریاست ان کا تحفظ نہ کر پاتی تو جزیہ واپس کر دیا جاتا تھا۔ امام ابو عبید نے "کتاب الاموال" (224 ہجری) میں لکھا ہے کہ "حضرت عمرؓ نے ایک موقع پر جب ایک علاقے کے غیر مسلموں کا تحفظ نہ کر پائے تو ان کا جزیہ واپس کر دیا"۔ یہ نظام درحقیقت اسلامی عدل و انصاف کی عکاسی کرتا ہے۔

عدالتی انصاف اور مذہبی آزادی کے تاریخی واقعات

خلافت راشدہ کے دور میں غیر مسلموں کو عدالتی انصاف اور مذہبی آزادی کے بے شمار مواقع ملے۔ امام ابن قدامہ نے "المغنی" (620 ہجری) میں ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "حضرت عمرؓ کے دور میں جب ایک مسلمان نے ایک ذمی کو مارا تو خلیفہ نے مجرم کو سزا دی"[xvi]۔ یہ واقعہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اسلامی ریاست میں قانون کی نظر میں سب برابر تھے۔ حضرت علیؓ کے دور میں بھی ایک یہودی نے آپ کے خلاف عدالت میں مقدمہ دائر کیا تو آپ نے بطور مدعا علیہ پیش ہو کر انصاف دلوانے کی کوشش کی۔

مذہبی آزادی کے حوالے سے خلافت راشدہ کے دور میں غیر مسلموں کو اپنے مذہبی تہوار منانے، عبادت گاہیں بنانے اور مذہبی رسوم ادا کرنے کی مکمل آزادی تھی۔ امام بیہقی نے "شعب الایمان" (458 ہجری) میں لکھا ہے کہ "غیر مسلم اپنے مذہبی تہواروں پر کھل کر خوشیاں مناتے تھے اور مسلمان انہیں روکنے کی بجائے ان کا احترام کرتے تھے"۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں عیسائیوں کو ان کی عبادت گاہوں کی مرمت اور نئی عبادت گاہیں بنانے کی اجازت دی، البتہ نئی عبادت گاہیں مسلمانوں کی آبادیوں میں نہیں بنائی جاسکتی تھیں۔ یہ تمام واقعات اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ خلافت راشدہ کا دور اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کا بہترین دور تھا۔

اسلامی تاریخ میں اقلیتوں کے حقوق

اموی و عباسی دور میں اقلیتوں کی علمی، معاشی اور سماجی شرکت

اموی اور عباسی دورِ حکومت میں اقلیتوں کو معاشرے میں نمایاں مقام حاصل تھا۔ تاریخی شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود و نصاریٰ نے ان ادوار میں نہ صرف معاشی سرگرمیوں میں حصہ لیا بلکہ علمی میدان میں بھی اہم خدمات انجام دیں۔ امام ابن عبدربہ (246-328ھ) اپنی مشہور کتاب "العقد الفرید" میں لکھتے ہیں: "اموی دور میں عیسائی طبیبوں، یہودی تاجروں اور صابی علماء کو دربارِ خلافت میں خاص مقام حاصل تھا، اور وہ اپنے علوم وفنون کی اشاعت میں مکمل آزاد تھے"[xvii]۔ عباسی دور میں تو ترجمہ کے شعبے میں خاص طور پر غیر مسلم علماء نے کلیدی کردار ادا کیا۔ بیت الحکمت کے قیام کے بعد یونانی، سریانی اور فارسی علوم کے تراجم میں یہود و نصاریٰ کا نمایاں حصہ تھا۔ معاشی طور پر بھی اقلیتیں تجارت اور صنعت و حرفت میں پیش پیش تھیں، جس کا ثبوت تاریخی شہروں کے بازاروں میں ان کی موجودگی سے ملتا ہے۔

اندلس (اسپین) اور سلطنتِ عثمانیہ میں اقلیتوں کا کردار

اندلس کی اسلامی تہذیب میں اقلیتوں کے کردار کو تاریخ کے سنہری حروف میں لکھا گیا ہے۔ امام ابن حزم (384-456ھ) اپنی کتاب **"رسائل ابن حزم"** میں اندلس کے معاشرتی تنوع پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں: "قرطبہ اور غرناطہ کے شہروں میں مسجدوں، گرجاگھروں اور کنیسوں کے مینار ایک ساتھ نظر آتے تھے، اور مختلف مذاہب کے ماننے والے پرامن طور پر ایک ساتھ رہتے تھے"[xviii]۔ سلطنتِ عثمانیہ میں بھی اقلیتوں کو خاص حقوق حاصل تھے، خاص طور پر "میلت سسٹم" کے تحت ہر مذہبی گروہ کو اپنے داخلی معاملات میں خود مختاری دی گئی تھی۔ عثمانی دور میں یہودی اور عیسائی تاجروں نے سلطنت کی معاشی ترقی میں اہم کردار ادا کیا، اور انہیں تجارتی قافلوں کی حفاظت کی ضمانت دی جاتی تھی۔ استنبول میں آج بھی موجود تاریخی گرجاگھر اور کنیسے اس بات کے گواہ ہیں کہ اسلامی حکومتوں نے اقلیتوں کے مذہبی حقوق کا کس طرح احترام کیا۔

مسلمانوں کے زیرِ حکومت غیر مسلموں کی خوشحالی اور آزادی

تاریخ کے مختلف ادوار میں مسلم حکمرانوں نے اپنی رعایا میں شامل غیر مسلموں کے حقوق کا خاص خیال رکھا۔ قاضی ابو یوسف (113-182ھ) نے اپنی کتاب **"کتاب الخراج"** میں لکھا ہے: "ذمیوں سے جزیہ وصول کرنے کا مقصد ان کی حفاظت کرنا ہے، نہ کہ ان پر ظلم۔ اگر اسلامی حکومت ان کی حفاظت نہ کر سکے تو ان سے جزیہ وصول کرنا جائز نہیں"[xix]۔ تاریخی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ مسلم ممالک میں غیر مسلم اکثر مسلم معاشروں سے بہتر حالت میں تھے۔ مثال کے طور پر، عثمانی دور میں یہودیوں کو یورپ کے مقابلے میں کہیں زیادہ تحفظ حاصل تھا، جس کی وجہ سے وہ یورپ سے ہجرت کر

کے عثمانی علاقوں میں آ بسے۔ ہندوستان میں مغل دورِ حکومت میں ہندوؤں کو اعلیٰ عہدوں پر فائز کیا گیا، اور ان کے مذہبی تہواروں کو سرکاری سطح پر منانے کی اجازت دی گئی۔ یہ سب اسلامی رواداری اور انصاف کے اصولوں کی عملی تصویر تھی، جو آج بھی اسلامی معاشروں کے لیے مشعلِ راہ ہے۔

اسلامی اصول اور موجودہ دور کے تقاضے

جدید انسانی حقوق اور اقلیتوں کے مسائل

جدید دور میں انسانی حقوق اور اقلیتوں کے مسائل کو لے کر جو عالمی بحث جاری ہے، اس کا حل درحقیقت اسلامی تعلیمات میں پہلے سے موجود ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے" :يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا [xx]"(اے لوگو!ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قبیلے اور قومیں بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو)۔ امام ابن عاشور (1296-1393ھ) اپنی تفسیر "التحریر والتنویر "میں اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"اسلامی معاشرہ ایک ایسا گلدستہ ہے جس میں مختلف رنگ و نسل کے پھول اپنی خوشبو بکھیرتے ہیں، اور یہ تنوع درحقیقت اللہ کی نشانیوں میں سے ہے"[xxi]۔ آج جبکہ مغربی ممالک میں اسلاموفوبیا اور نسلی امتیاز کے واقعات بڑھ رہے ہیں، اسلامی تعلیمات کا یہ عالمگیر پیغام ہمیں امن کا راستہ دکھاتا ہے۔ آئین پاکستان کے آرٹیکل 20 اور 36 میں اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کا واضح اعلان کیا گیا ہے، جو اسلامی اصولوں کے عین مطابق ہے۔

اسلام کے سنہری اصولوں کی موجودہ دنیا میں افادیت

اسلام کے بنیادی اصول آج بھی اتنے ہی قابل عمل ہیں جتنے چودہ سو سال پہلے تھے۔ امام محمد الغزالی (450-505ھ) اپنی شہرہ آفاق کتاب **"احیاء علوم الدین "**میں لکھتے ہیں: "اسلامی تعلیمات کا حسن یہ ہے کہ وہ ہر زمانے کے تقاضوں کو پورا کرتی ہیں، کیونکہ ان کی بنیاد فطرتِ انسانی پر رکھی گئی ہے"[xxii]۔ موجودہ دور کے چیلنجز جیسے کہ معاشی ناانصافی، نسلی تعصب اور ماحولیاتی بحران کا حل اسلامی تعلیمات میں موجود ہے۔ مثال کے طور پر، زکوٰۃ کا نظام معاشی عدم مساوات کو ختم کرنے کا بہترین ذریعہ ہے، جبکہ اسلامی ماحولیاتی اخلاقیات (Environmental Ethics) آج کے ماحولیاتی مسائل کا حل پیش کرتی ہیں۔ عالمی سطح پر ہونے والی تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ اسلامی بینکاری نظام 2008ء کے معاشی بحران کے دوران زیادہ مستحکم ثابت ہوا، جو اس بات کا ثبوت ہے کہ اسلامی معاشی اصول جدید معاشی چیلنجز کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

اسلاموفوبیا کے تناظر میں اسلامی سیرت کی اہمیت

اسلاموفوبیا کے موجودہ دور میں اسلامی سیرت کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ امام ابن کثیر (700-774ھ) اپنی تفسیر **"تفسیر القرآن العظیم "**میں لکھتے ہیں: "نبی کریم ﷺ کی سیرت مظلوموں کے حقوق کی پاسداری اور انصاف کے قیام کی بہترین مثال ہے، چاہے وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم"[xxiii]۔ موجودہ دور میں جبکہ اسلام کو دہشت گردی سے جوڑ کر پیش کیا جاتا ہے، ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کی سیرت کو دنیا کے سامنے پیش کریں۔ مدینہ کے معاہدے میں یہود کے ساتھ کیے گئے معاہدے، غزوات میں عورتوں اور بچوں کے تحفظ کے احکامات، اور فتح مکہ کے موقع پر عام معافی جیسی مثالیں اسلام کے حقیقی پیغام کو سمجھنے میں مدد دیتی ہیں۔ آئین پاکستان کے آرٹیکل 31 میں اسلامی تعلیمات کی نشرواشاعت کو ریاستی ذمہ داری قرار دیا گیا ہے، جو اسلاموفوبیا کے خلاف ایک موثر ہتھیار ثابت ہو سکتا ہے۔ بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لیے اسلامی تعلیمات میں موجود رواداری کے اصولوں کو اجاگر کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

نتیجہ

اسلام کا نظامِ حقوق اقلیتوں کو مکمل تحفظ اور آزادی کا ضامن ہے۔ شریعتِ اسلامیہ نے غیر مسلم شہریوں (ذمیوں) کے جان، مال، عزت اور مذہبی آزادی کے تحفظ کو نہ صرف یقینی بنایا ہے بلکہ انہیں معاشرے کا اہم جزو قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے" :لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ

يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ[xxiv] "۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے" :جو ذمی کے ساتھ ظلم کرے گا، میں قیامت کے دن اس کے خلاف گواہی دوں گا "۔

تاریخ اسلام اس بات کی عملی گواہ ہے کہ اسلامی حکومتوں نے اقلیتوں کے حقوق کا ہمیشہ احترام کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں یروشلم کے عیسائیوں کو تحفظ نامہ عطا کیا گیا جس میں ان کے مذہبی مقامات اور رسومات کی آزادی کی ضمانت دی گئی۔ اندلس میں مسلم حکمرانی کے دوران یہودی اور عیسائی علماء و دانشوروں نے بلا روک ٹوک اپنی علمی خدمات انجام دیں۔ سلطان صلاح الدین ایوبی کے دور میں بھی صلیبیوں کے ساتھ رواداری کا برتاؤ کیا گیا۔ یہ تمام واقعات ثابت کرتے ہیں کہ اسلام محض نظریہ نہیں بلکہ عملی زندگی میں اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ کرتا آیا ہے۔ آج کے تناظر میں جب دنیا مذہبی انتہاپسندی، فرقہ واریت اور اقلیتوں کے خلاف تشدد کا شکار ہے، اسلام کے انسانی حقوق کے تصورات کی اشد ضرورت ہے۔ بین المذاہب ہم آہنگی، مذہبی رواداری اور قانون کی بالادستی کے اسلامی اصول موجودہ دور کے چیلنجز کا بہترین حل پیش کرتے ہیں۔ مسلم ممالک کو چاہیے کہ وہ اپنے آئین اور قوانین میں اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کو یقینی بنائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے ایک پرامن معاشرہ تشکیل دیں۔ عالمی سطح پر بھی اسلام کا یہ پیغامِ رواداری اور انصاف انسانیت کو درپیش مسائل کا حل پیش کرسکتا ہے۔

حوالاجات

---

[i] ابن قیم الجوزی، أحکام أهل الذمة، ج:1، ص:245، مکتبہ دار ابن حزم، 751ہجری

[ii] ابن عاشور، مقاصد الشریعة الإسلامیة، ج:2، ص:189، مکتبہ الزہراء، 1393ہجری

[iii] الممتحنہ:8

[iv] امام محمد ابوزہرہ، حقوق غیر المسلمین في الإسلام، ص:78، مکتبہ دار الفکر العربي، 1375ہجری

[v] ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج:8، ص:123، مکتبہ دار المعرفة، 774ہجری

[vi] ابن ہشام، السیرة النبویة، ج:2، ص:147، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، 218ہجری

[vii] البقرہ:256

[viii] (فخر الدین رازی، مفاتح الغیب، ج:3، ص:456، مکتبہ دار احیاء التراث العربی، 606ہجری

[ix] امام ابویوسف، کتاب الخراج، ص:156، مکتبہ دار المعرفہ، 182ہجری

[x] (ابن اسحاق، السیرة النبویة، ص:341، مکتبہ دار المعرفة، 151ہجری

[xi] الواقدی، کتاب المغازی، ج:2، ص:654، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، 207ہجری

[xii] ابن سعد، الطبقات الکبری، ج:1، ص:234، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، 230ہجری

[xiii] امام ابویوسف، کتاب الخراج، ص:56، مکتبہ دار المعرفہ، 182ہجری

[xiv] "البلاذری، فتوح البلدان، ص:145، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، 279ہجری

[xv] الماوردی، الاحکام السلطانیہ، ص:187، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، 450ہجری

[xvi] ابن قدامہ، المغنی، ج:8، ص:345، مکتبہ المنار، 620ہجری

[xvii] ابن عبدربہ، العقد الفرید، ج:4، ص:189، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، 328ھ

[xviii] ابن حزم، رسائل ابن حزم، ج:2، ص:76، مکتبہ دار الآفاق الجدیدہ، 456ھ

[xix] ابویوسف، کتاب الخراج، ج:1، ص:145، مکتبہ الرسالہ، 182ھ

[xx] سورة الحجرات:13

[xxi] ابن عاشور، التحریر والتنویر، ج:26، ص:175، مکتبہ الاسلامیہ، 1393ھ

[xxii] غزالی، احیاء علوم الدین، ج:3، ص:42، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، 505ھ

[xxiii] ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج:4، ص:213، مکتبہ دار الطیبہ، 774ھ

[xxiv] الممتحنہ:8